سلسلہ تقاریر الٓمّٓ

سُورۂ سجدہ

ڈاکٹر اسرار احمد

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ

قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

صدق اللہ العظیم

السلام علیکم! نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد:

سُورۂ لقمان کے بعد قرآن حکیم میں سورہ سجدہ آتی ہے۔ جس کا ایک نام سورۃ "الٓمّٓ السجدہ" بھی ہے۔ اس لئے کہ سورہ سجدہ قرآن مجید میں حٰمٓ سیریز میں بھی آتی ہے اس سے ممیز کرنے کے لئے اُسے حٰمٓ السجدہ اور اِسے الٓمّٓ السجدہ کا نام دیا گیا ہے۔ البتہ اگر صرف سورہ سجدہ کہا جاتے تو اس سے مراد یہ سورہ ہو گی جس کے بارے میں آج گفتگو ہو رہی ہے۔

یہ سورۃ مبارکہ ۳۰ آیات اور ۳ رکوعوں پر مشتمل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں تو پورے ہی قرآن مجید سے نہایت شدید محبت تھی۔ لیکن بعض سورتوں سے آپؐ کو ایک خصوصی تعلق خاطر تھا۔ ان میں سے ایک سورہ یہ سورۃ سجدہ بھی ہے چنانچہ آپؐ کے رات کے معمولات میں روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات شامل تھی کہ سونے سے قبل آپؐ یہ سورۃ مبارکہ اور سورۃ ملک تلاوت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح

© rasailojaraid.com

فجر کی نماز میں بالعموم آپؐ اس سورۂ مبارکہ کو پہلی رکعت میں اور سورۂ دہر کو دوسری رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ خاص طور پر یہ معاملہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ہوتا تھا۔

اس سورۂ مبارکہ کا انداز خطابی ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ایک شعلہ بیان خطیب نہایت جوش و خروش کے ساتھ خطبہ دے رہا ہو۔ اس اعتبار سے اس میں ایک مطابقت ہے سورۃ یٰسٓ کے ساتھ۔ چنانچہ اس کے اثرات بھی بالکل سورۂ یٰسٓ کے اثرات کے مشابہ ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ایمان کی رگوں میں تازہ خون دوڑنے لگا ہو۔

© rasailojaraid.com

اس کا پہلا حصہ پہلا رکوع ہے جو ۱۱ آیات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے پہلی آیت تو حروفِ مقطعات پر مشتمل ہے الٓمّٓ۔ بقیہ دس آیات میں سے پہلی دو آیات میں قرآن مجید کی صداقت و حقانیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اثبات ہے اور منکرینِ رسالت کی تردید کی گئی ہے نہایت پرجوش انداز میں۔

آخری دو آیات میں منکرینِ قیامت کا ذکر ہے اور ان کی تردید کی گئی ہے نہایت پرزور اسلوب سے۔ درمیانی چھ آیات میں ذات و صفات باری تعالیٰ کا بیان بھی ہے۔ نہایت پرشکوہ انداز میں، نہایت پرجلال انداز میں اور اللہ تعالیٰ کے اعمال و افعال میں سے جو چوٹی کا عمل ہے یعنی تخلیقِ انسانی، اس کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔

آغاز میں ارشاد ہوتا ہے۔

الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اس کتاب کا نزول اس میں ہرگز کوئی شک نہیں ہے، اس ہستی کی طرف سے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ

کیا ان لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ اس کتاب کو محمد نے (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) خود تصنیف کر لیا ہے۔

© rasailojaraid.com

بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
نہیں اے نبیؐ! یہ تو حق ہے آپؐ کے ربّ کی جانب سے۔
لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ○
تاکہ آپؐ خبردار کر دیں اس قوم کو جس کے پاس آپؐ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا۔ شاید کہ وہ لوگ ہدایت کی راہ اختیار کر لیں۔
آخری دو آیات میں فرمایا۔
وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِى الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ
وہ کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہاں ان کا یہ کہنا تمسخر اور استہزار کا انداز لئے ہوئے ہے کہ جبکہ ہم زمین میں گم ہو جائیں گے مٹی ہو کر مٹی میں مل جائیں گے۔ رل مل جائیں گے تو کیا پھر دوبارہ ہمیں اٹھا لیا جائے گا۔
بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ○ (۱۰)
اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔
قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ۔
اے نبیؐ! ان سے کہہ دیجئے تم کہیں گم نہیں ہو جاؤ گے بلکہ وہ ملک الموت، وہ موت کا فرشتہ جو تم پر مامور کر دیا گیا ہے جن کے تم حوالے کئے گئے ہو وہ تمہیں پوری طرح وصول کر لے گا۔ اپنے قبضے میں لے لے گا۔
ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ○ (۱۱)
اور پھر تم اپنے ربّ کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔
پس جن آیات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان میں ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت کے ضمن میں منکرین کا ذکر اور ان کے غلط فکر کی تردید پر زور انداز میں کی گئی ہے درمیان میں چھ آیات میں ذات وصفات باری تعالےٰ کا ذکر ہے۔ اور خاص طور پر تخلیق انسانی کے بعض مدارج کا تذکرہ ہوا اور یہ بات ذہن میں رہے کہ اس ضمن میں قرآن مجید نے جو حقائق منکشف کئے ہیں، بالآخر سائنس بھی وہیں پہنچ کر رہی علم الحیات (BIOLOGY) کے محققین بہر حال

© rasailojaraid.com

اسی نتیجے تک پہنچے کر روئے ارضی پر سلسلۂ حیات جو پایا جاتا ہے چاہے اس کی کتنی متنوع یا لاتعداد صورتیں ہوں ان سب کا منبع اور سرچشمہ یہ زمین ہے۔ CLAY OF THE EARTH ہے یہ ہے، یہ مٹی ہے جس سے یہ سارا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ آغاز میں فرمایا جاتا ہے۔

اَلَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ وَ بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ ۚ

اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی تخلیق فرمائی بہت ہی عمدہ بہت ہی اعلیٰ ہے۔ بہت ہی حسین تخلیق فرمائی۔ اور انسان جو اس کی تخلیق کا نقطۂ عروج ہے CLIMAX ہے اس کی تخلیق کا آغاز اس نے فرمایا مٹی سے۔ اس کے بعد حیوانات میں جو سلسلۂ تناسل چلتا ہے اس کی طرف اشارہ ہوا جو دوسرا درجہ ہے۔ ارتقائے حیات کا دوسرا مرحلہ ہے۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَہٗ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ ۚ

پھر اس کی نسل کو رکھ دیا ہے، وہ پانی بہت ہی حقیر پانی جو سلالہ ہے، اس کے ذریعے سے نسل آگے بڑھتی ہے۔ اس کے بعد آخری مرحلے کا ذکر ہے جب ارتقائے حیات اس درجہ تک پہنچا۔ یہ حیوانی انسان جسے جدید سائنس دان HOMOSECULAR کے نام سے جانتے ہیں، وجود میں آیا۔ تو اب وہ مرحلہ آیا کہ رُوحِ ربّانی اس میں پھونکی جائے۔

ثُمَّ سَوّٰىہُ وَ نَفَخَ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِہٖ وَ جَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ ۚ

یہ ہے وہ مرحلہ جس کا ذکر ہمارے سلسلہ کلام میں اس سے پہلے سورۃ صٓ میں آچکا ہے۔ وہاں پر بھی یہ باتیں فرمائی گئی تھیں اگرچہ قدرے مجمل انداز میں:

فَاِذَا سَوَّیۡتُہٗ وَ نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَہٗ سٰجِدِیۡنَ۔

جب اس پتلے میں اس حیوانی انسان میں رُوحِ ربانی پھونکی گئی تو حضرت

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

آدم وجود میں آئے۔ تب انسانِ اوّل تخلیق پایا اور پھر اس کے سامنے سجدے کا حکم دیا گیا فرشتوں کو۔ یہ ہے اس سورۃ مبارکہ کے پہلے رکوع کے مضامین کا خلاصہ۔ اور لفظ تشکرون یا قلیلاً ما تشکرون سے اس کا ایک ربط و تعلق ہے جو سورۃ لقمان کے ساتھ عائد ہو جاتا ہے۔ جس کے مضامین کا اصل، اور بنیاد جذبۂ تشکر ہے۔

دوسرے رکوع میں احوالِ آخرت کا ذکر ہے۔ اہلِ جہنم کی حالت زار بھی بیان ہوئی ہے۔ اہلِ جنّت کے احوال بھی بیان ہوتے ہیں اور اس کے ضمن میں الفاظ آتے ہیں۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۔

یہ جو اللہ کے نیک بندے ہیں جو جنّت میں داخل کئے جائیں گے کوئی نہیں جانتا وہ کون سی نعمتیں ہیں جو اللہ نے ان کے لئے رکھی ہوئی ہیں۔ جو انکی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی ہیں۔ یہ وہی بات ہے جو ایک حدیث رسولؐ میں بھی آئی ہے۔

کہ جنّت کی نعمتوں کو تم اس دُنیا کی نعمتوں پر قیاس نہ کرو۔ صرف ناموں کا اشتراک ہے جنّت کی نعمتوں کی حقیقت تو وہیں جا کر معلوم ہو گی۔

ما لاعین رأت ولا اذن سمعت ولا علی قلب بشر خطرت۔

انی اصل حقیقت کے اعتبار سے وہ نعمتیں وہ ہیں کہ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی کوئی خیال تک آیا۔ ہاں تمہارے ذہن سے قریب لانے کے لئے تمثیل کے پیرائے میں نعمتوں کا ذکر کر دیا گیا ہے لیکن اصل حقیقت وہیں جا کر معلوم ہو گی۔

آخری رکوع میں جو چند مضامین آئے ہیں ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اور تورات کا ذکر اس کے بارے میں وہ الفاظ جو بنی اسرائیل میں بھی آئے ہیں کہ: وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

یہ تورات بنی اسرائیل کے لئے ہدایت نامہ تھی۔ ان کے لئے راہنمائی بنکر نازل ہوئی تھی۔ یہاں تقابل کریجئے۔ قرآن مجید اپنے آپ کو ھُدًی للناس قرار دیتا ہے۔ پوری نوعِ انسانی کے لئے ہدایت نامہ، ہدایت کاملہ ابدالآباد کے لئے خواہ کتنے ہی تغیرات آئیں انسانی تہذیب و تمدن کتنے ہی مراحل میں سے گزرے ہر دور کے لئے رہنمائی اس کتاب قرآن حکیم کے اندر موجود ہے۔ ہر نسل کے لئے ہر قوم کے لئے تمام تاریخی اور جغرافیائی حالات کیلئے قرآن کے اندر یہ رہنمائی موجود ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے ہم نے کچھ لوگوں کو انسانوں کی رہنمائی کے منصب پر فائز کیا۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔۔

© rasailojaraid.co

ہم نے ان میں ایسے رہنما اٹھائے جو خلقِ خدا کو ہمارے حکم سے ہدایت کی راہ کی طرف بلاتے تھے۔ لیکن اس کے لئے ایک شرط لازم ہے کہ "لَمَّا صَبَرُوْا" جبکہ خود انہوں نے صبر کی روش اختیار کرلی۔ یہ صبر ہے کہ اس کا دامن اگر ہاتھ سے چھوٹ جائے تو پھر انسان قعرِ مذلت میں جا گرتا ہے۔

ناموافق حالات ہوں، مصائب و مشکلات ہوں، مخالفتوں کا طوفان ہو۔ خواہ انسان کے اپنے اندر سے اٹھنے والے طوفان ہوں یعنی نفس کے شہوات اور خواہشات کے طوفان خواہ باہر سے آنے والی ترغیبات ہوں یا مخالفتوں کا معاملہ ہو۔ ان سب کے مقابلے میں انسان صبر و ثبات کے ساتھ ڈٹا رہے۔

"لَمَّا صَبَرُوْا"، وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ۔

اور اس صبر کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ کی آیات پر یقین کامل ہو۔ پختہ یقین ہو، یقین محکم ہو۔ آخری بات سورۃ مبارکہ میں فرمائی۔

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان منکرین، ان مخالفین سے اعراض فرمائیے۔ انہیں نظر انداز کر دیجئے۔ ذرا دیر کے لئے ان کی طرف سے توجہ ہٹا دیجئے۔ وَانْتَظِرْ اور انتظار کیجئے۔ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ

بقیہ صدر ۲ پر

© rasailojaraid.co